طب جدید

انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور علمی تحقیق

مفتی منظور احمد مینگل

نائب رئیس مفتی جامعہ فاروقیہ فیصل کالونی کراچی

انسانی اعضاء کی پیوند کاری عالمی سطح پر یہ ایک مشکل ترین مسئلہ بن چکا ہے بعض نام نہاد علماء نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور اسی کو بنیاد بنا کر لوگوں نے انسانی سمگلنگ شروع کر کے انسانیت کا بے دھڑک کٹ پٹ شروع کرر کھا ہے۔اس موضوع سے متعلق نومبر 2006ء کو جامعہ المرکز الاسلامی کے زیرنگرانی ایک فقہی اجتماع منعقد ہوا تھا۔جس میں ملک کے مایہ ناز علمی اشخاص نے ایک کثیر تعداد میں شرکت کی تھیں جو کہ ہر عالم کی تحقیق ایک سے بڑھ کر تھی مولانا منظور احمد مینگل بھی ان چیدہ اشخاص میں سے ایک موتی ہے انہوں نے بھی انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے موضوع پر مقالہ پیش کیا تھا جو قارئین کے استفادہ کے لئے پیش خدمت ہیں.....ادارہ

انسانی اعضاء میں سے صرف خون ضرورت کی بناء پر ایک انسان کا دوسرے انسان کے بدن میں منتقل کرنا جائز ہے اس کی وجہ فقہاء نے ضرورت واضطرار ذکر کی ہیں اور چونکہ خون نکالنے میں کسی قسم کی انسانی اعضاء کی چیر پھاڑ کی ضرورت پیش نہیں آتی۔اس لئے انتقال خون میں کوئی حرج نہیں لیکن اب مسئلہ یہ درپیش ہے کہ خون کے علاوہ دوسرے انسانی اعضاء کا ایک دوسرے کے لئے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں اور یہ اجازت صرف انسانی خون کی حد تک مقصود ہوگی یا دوسرے اعضاء کو بھی شامل ہوگی اس کی وضاحت کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ خون کے مسئلے میں جو فقہا نے دوسرے کے خون کے استعمال کی اجازت دی ہے وہ صرف اس بنیاد پر دی ہے کہ خون نکالنے میں انسانی اعضاء کو کاٹا نہیں جاتا لیکن دوسرے اعضاء کی پیوند کاری میں ان اعضاء کی کانٹ چھانٹ کی بھی حاجت ہوتی ہے۔اس لئے اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا شریعت اسلامیہ میں دوسرے کو کوئی عضو دینے کے لئے معطی کے اعضاء کی کانٹ چھانٹ کی اجازت ہے یا نہیں؟ اور انسان اپنے اعضاء کا مالکانہ تصرف کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟ اور اگر انسان اپنے اعضاء کا مالک ہے تو پھر انسانی اعضاء کی بیع خرید وفروخت عطیہ یا ھبہ کرنا اور مرنے کے بعد اپنے اعضاء دوسروں کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

انسان اپنے جسم واعضاء کا مالک نہیں:

انسانی جسم اللہ رب العزت کی طرف سے امانت ہے اور انسان اپنے جسم کا امین ہے اصل مالک تو صرف اللہ رب العزت کی ذات گرامی ہے اور اسی کا مالکانہ تصرف کا حق ہے جب چاہیں انسان کو اپنے جسم سے انتفاع سے محروم کردیں اور جب چاہتے ہیں انسان کو اپنے جسم سے منتفع ہونے کی اجازت دیتے ہیں۔اگر کوئی انسان اپنے جسم سے انتفاع کا حق ساقط کردے تو اس سے اللہ رب العزت کے مالکانہ تصرف کا حق ساقط نہیں ہوتا اسی وجہ سے قتل نفس (خودکشی) کو اللہ رب العزت نے حرام قرار دیا ہے کیونکہ اس میں بھی انسان اپنے جسم

واعضاء سے منتفع ہونے کا حق ساقط کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حق میں تصرف کرنے لگتا ہے۔

قتل نفس (خودکشی) کی حرمت کی وجہ سے وعلت کے بارے میں نصوص شرعیہ اور ائمہ حدیث اور شارحین کی تصریحات سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ انسان اپنے جسم واعضا کا مالک نہیں۔ چنانچہ شارحین حدیث کے سرخیل حافظ ابن حجر مکی شافعیؒ حدیث ''ومن قتل نفسه'' کے ذیل میں خودکشی کی حرمت کی وجہ لکھتے ہیں:

''قوله عذب به فی نار جهنم قال ابن دقیق العید هذا من باب مجا نسة العقو بات الا خرویه للجنایات الدنیویة ویو خذ منه ان جنا یة الانسان علی نفسه کجنایة علی غیره فی الاثم لان نفسه لیست ملکاله مطلقا بل هی للّٰه تعالیٰ فلا یتصرف فیها الا بها اذن لهٗ فیه'' (فتح الباری ۱۱/۵۳۹)

خودکشی کرنے والے کو جس شئے سے اس نے خودکشی کی ہے اسی سے عذاب دیا جائے گا یہ جزا من جنس العمل کے قبیل میں سے ہے یعنی جس قسم کی چیز سے اس نے خودکشی کی ہے اس قسم کی چیز سے جہنم میں عذاب دیا جائے گا۔

حدیث مذکورہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا خودکشی کرنے یا اپنے اعضاء کو قتل کرنے کا جرم معصیت وگناہ میں ایسا ہی ہے جیسا کہ دوسرے انسان کو قتل کرنے یا اس کے اعضاء کو نقصان پہنچانے میں۔ اس وجہ سے کہ انسان کو اپنے نفس (جسم واعضاء) میں مطلقاً ملک حاصل نہیں بلکہ اس کا نفس اللہ تعالیٰ کی ملک ہے لہٰذا انسان اپنی جان وجسم میں ایسا کوئی تصرف نہیں کرسکتا جس کی اسے اجازت نہ دی گئی ہو۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے درمیان باری مقرر فرمایا کرتے تھے اور اس میں عدل وانصاف کرتے تھے لیکن دل کے میلان پر اپنا اختیار نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے معذرت ان الفاظ میں فرماتے تھے۔

''اللهم هذا قسمی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک و الا املک یعنی القلب'' (۱)

اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے جس کا میں مالک ہوں لیکن جس کا میں مالک نہیں آپ مالک ہیں اس میں مجھ سے مواخذہ نہ فرمائیں یعنی دل کا مالک تو ہے میں اس کا مالک نہیں ہوں۔

اس حدیث میں آنحضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا کہ دل انسان کی ملکیت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اس لئے اس میں تصرف اللہ تعالیٰ کا چلتا ہے کسی انسان کا نہیں۔ علامہ ابو اسحاق الشاطبیؒ اپنی کتاب ''الموافقات فی اصول الاحکام'' میں انسان کو اپنے جسم واعضاء کا مالک نہ ہونے کی بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

فقہ اسلامی کا تقاضہ یہ ہے کہ آدمی کو اس بات کی اجازت نہ ہو کہ اپنے جسم پر کسی کو مسلط کردے تاکہ وہ اسے قتل کردے یا اس کے اعضاء کو کاٹ لے اور اس کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کسی آدمی کو اس بات کا اختیار نہیں کہ خودکشی کرلے یا اپنے عضو کو کاٹے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اپنے نفسوں کو قتل نہ کرو۔

''عقول انسانی اور اجسام انسانی میں اللہ تعالیٰ کا حق اور اس کی ملکیت ہے خالص بندوں کے حقوق نہیں ہیں۔ لہٰذا کسی انسان کو اس بات کا

اختیار نہیں کہ حقوق اللہ کو ساقط کردے'' (۲)

مذکورہ تمام حوالوں سے ثابت ہوا کہ انسان کو اپنے جسم کا مالکانہ تصرف کا کوئی حق نہیں اور نہ کوئی مالکانہ اختیار حاصل ہے۔ مزید براں فقہا کرام نے حالت اضطرار میں حرام چیزوں کے استعمال کی اجازت دی ہے لیکن انسانی اعضاء کے استعمال کی حالت اضطرار میں بھی کسی کو اجازت نہیں دی۔

چنانچہ فقہ حنفی کے سرخیل علامہ ابن عابدین فتاویٰ شامیہ میں لکھتے ہیں۔

وان قال له آخر اقطع یدی فکلها لا یحل لا ن لحم الانسان لا یباح فی الا ضطرار ''. (۳)

''اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا ہاتھ کاٹ کر کھالے تو بھی کھانا حلال نہ ہوگا کیونکہ اضطرار کی حالت میں بھی انسانی گوشت حلال نہیں ہوتا''۔

اسی طرح ملک العلماء حضرت علامہ کاسائی لکھتے ہیں:

امـالـنوع الذی لا یبا ح ولا یر حض بالا کراه اصلا فهو قتل المسلم بغیر حق سواء کان الا کراه نا قصا اوتا ما وکـذا قـطـع عـضو من اعضا ء ه ولو اذن له المکره علیه فقال للمکر ه افعل لا یباح له ان یفعل لا ن هذا مما لا یباح بالا باحة'' (۴)

کسی مسلمان کا قتل ناحق اکراہ تام کی وجہ سے بھی جائز نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی عضو کاٹنا ہی جائز ہے اگرچہ وہ مسلمان اپنے قتل یا عضو کاٹنے کی اجازت ہی کیوں نہ دیدے۔ اسی لئے کہ انسان اپنے جسم واعضاء کا مالک نہیں ہے۔

ان تمام حوالوں اور بحث کا حاصل یہ ہے کہ انسان اپنے جسم وجان پر ملکیت نہیں رکھتا صرف اس سے انتفاع جائز ہے اس میں کسی قسم کا کوئی تصرف کرنا جائز نہیں اگر کوئی تصرف کریگا تو گناہ عظیم کا مرتکب ہوگا۔

انسانی اعضاء کی خرید وفروخت:

پیچھے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ آزاد انسان اور اس کے اعضاء کسی کی ملکیت نہیں اس لئے اب اس کی بیع کا حکم بھی سمجھ میں آگیا کہ کسی انسان کو یا اس کے کسی عضو کو بیچنا یا خریدنا جائز نہیں اس پر احادیث اور فقہا کے اقوال بکثرت موجود ہیں۔

آنحضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قـال الـلّـه تعالیٰ ثلثة انا خصمهم یوم القیا مة رجل اعطیٰ بی ثم غدر ورجل با ع حرا فا کل ثمنه ورجل استا جر اجیر فاستو فیٰ منه ولم یؤتیٰ اجره''. (۵)

کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے کہ قیامت کے دن تین آدمی میرے خصم اور مدعی علیہ ہوں گے اور میں مدعی ہوں گا ایک وہ شخص جو میرے نام پر عہد کرے قسم کھائے پھر مکر جائے دوسرا وہ شخص جس نے آزاد آدمی کو بیچا اور اس کی قیمت کو کھالیا تیسرا وہ شخص جس نے کسی مزدور

آدمی سے پورا کام لیا لیکن اس کی اجرت نہیں دی۔

اس حدیث میں آزاد آدمی کی بیع پر شدید وعید وارد ہوئی ہے جس طرح آزاد آدمی کی بیع جائز نہیں اسی طرح اس کے اعضاء کی بیع بھی ناجائز ہے۔ انسان اور اعضاء انسان کی بیع کے ناجائز ہونے پر فقہی جزئیات ملاحظہ فرمائیں:

"واما عظم الادمی وشعر ہ فلا یجوز بیعه لا لنجا سته ، لانه طاهر فی الصحیح من الروایة لکن احتر اما له والا بتذال بالبیع یشعر بالا هانة وقد روی عن النبی صلی الله علیه وسلم الله الواصلة والمستو صلة". (۶)

انسان کے بال اور اس کی ہڈی کی خرید وفروخت جائز نہیں یہ ممانعت نجاست کی وجہ سے نہیں بلکہ انسانی کرامت واحترام کی وجہ سے ہے اس کی خرید وفروخت کرامت انسانی کے خلاف ہے اور سبب اہانت ہے جبکہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے کے بال کو ملانے والی عورت اور ملانے کا کام کرنے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔

علامہ شمس الائمہ سرخسیؒ فرماتے ہیں:

بیع الحر لا یجوز لان الحر لا یدخل فی العقد". (۷)

آزاد آدمی کی بیع جائز نہیں اس لئے کہ وہ عقد بیع میں داخل نہیں اسی طرح انسان یا اس کے اعضاء مال نہیں جبکہ بیع کی بنیادی شرطوں میں شرط یہ ہے کہ وہ چیز مال ہو۔

چنانچہ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

"ومن شرائط البیع ان یکون مالا لان البیع مبادلة المال بالمال فلا ینعقد بیع الحر لانه لیس بمال". (۸)

اور بیع کی شرائط میں سے یہ ہے کہ بیع مال ہو کیونکہ بیع نام ہے مبادلۃ المال بالمال کا اسی وجہ سے آزاد آدمی کی بیع جائز نہیں کیونکہ وہ مال نہیں۔ ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ انسان یا اس کے اعضاء کی خرید وفروخت جائز نہیں۔

انسانی اعضاء کا عطیہ اور اس کی وصیت:

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ انسان اپنے اعضاء کا مالک نہیں اور نہ اس کی خرید وفروخت جائز ہے تو اس سے انسانی اعضاء کے عطیہ کرنے کا حکم بھی ثابت ہو جاتا ہے۔

جب انسان اپنے اعضاء کو بیچ نہیں سکتا تو عطیہ وھبہ کس طرح کر سکتا ہے کیونکہ ھبہ کے لئے ضروری ہے کہ موہوبہ چیز ملک میں ہو جبکہ انسان اپنے اعضاء کا مالک نہیں تفصیل پیچھے گذر چکی ہے۔

اسی طرح مرنے کے بعد اپنے اعضاء دوسروں کو دینے کی وصیت بھی جائز نہیں کیونکہ وصیت بھی مال کی ہوتی ہے۔ قاضی احمد بن رشد القرطبی الاندلسی تحریر فرماتے ہیں:

"اما الواهب فانهم اتفقو علیٰ ان تجوز هبة اذا کان مالکا صحیح الملک". (۹)

واہب یعنی عطیہ دینے والے کے لئے جمہور ائمہ کے نزدیک متفقہ شرط یہ ہے کہ واہب موہوبہ چیز کا واقعی مالک ہو۔

اسی طرح ملک العلماء صاحب بدائع فرماتے ہیں:

منها ان یکون مالا متقو ما فلا تجوز هبة مالیس بمال اصلاً کالحر و المیتة". (۱۰)

ہبہ اور عطیہ کے لئے شرط یہ کہ موہوبہ چیز (جس کا عطیہ کیا جاتا ہے) مال متقوم (قیمت والا مال ہو) جو چیز مال متقوم اور مملوک نہیں اس کا ھبہ جائز نہیں جیسے آزاد آدمی مردار وغیرہ۔

مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری اپنے فتاویٰ میں اسی سلسلے کے سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

انسان اپنے بدن یا کسی عضو کا مالک نہیں کہ اس میں جو چاہے آزادانہ تصرف کر سکے۔ کسی شخص کو اپنے خون اسی طرح اپنے بدن یا کسی عضو پر ولایت نہیں ہے اس لئے کوئی شخص اس بات کا مالک نہیں ہے کہ اپنا خون بدن یا کوئی عضو کسی کے لئے مباح کر دے اگر کسی نے اپنے مرضی سے مباح بھی کر دیا تب بھی وہ خون عضو مباح الاستعمال نہ ہوگا۔ (۱۱)

صاحب بحر وصیت کی شرائط کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

و من شرائط الوصیة ان یکون الرجل مالکا و کون الشی قابلا لتتملیک" (۱۲)

وصیت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ موصی شئی کا مالک ہو اور جس چیز کی وصیت کی جارہی ہو وہ قابل تملیک بھی ہو۔ چونکہ انسانی جسم و اعضاء مال کی تعریف میں داخل نہیں اس لئے ان کی وصیت بھی درست نہیں ہے۔

انسان کے ناکارہ اعضاء کی جگہ مصنوعی اعضاء لگانا:

اب مسئلہ یہ ہے کہ کسی انسان کا کوئی عضو تلف ہو جائے یا ناکارہ ہو جائے تو کیا شریعت اسلامیہ میں اس کے عضو کے متبادل کے طور پر مصنوعی اعضاء کا لگانا جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ چند شرائط کے ساتھ مصنوعی اعضاء کا استعمال جائز ہے۔

غیر جاندار سے بنے ہوئے مصنوعی اعضاء کا حکم:

انسان کے ناکارہ اعضاء کی جگہ مصنوعی اعضاء کی ایک صورت یہ ہے کہ جمادات یا نباتات کے ذریعہ اس انسانی اعضاء کا متبادل تلاش کیا جائے اور فنی مہارت کے ذریعے اس کو مفید اور کارآمد بنایا جائے۔

جیسے چاندی، سونے کی دانت، لکڑی کے ہاتھ، ٹانگیں وغیرہ اور اس طرح کی دیگر اشیاء سے بنے ہوئے مصنوعی اعضاء کا استعمال جائز ہے اس کا رواج قدیم زمانہ سے چلا آرہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایک صحابی حضرت عرفجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جن کی ناک جنگ کلاب میں کٹ گئی تھی) کو سونے کی ناک بنوا کر لگانے کا حکم دیا تھا۔ (۱۳)

حیوانات کے اعضاء کی پیوندکاری کا شرعی حکم:

اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ انسانی اعضاء کے ناکارہ ہونے کی جگہ حیوانات کے اعضاء استعمال کیے جائیں۔ مثلاً بکری کی آنکھ لگانا اس کے لئے چند شرائط ہیں ان کو مدنظر رکھ کر ان کے اعضاء کے استعمال کی اجازت ہے۔

مصنوعی اعضاء حلال جانوروں میں سے مردہ جانور کے ناپاک اجزا سے بنے ہوئے نہ ہوں۔ مثلاً حلال مردہ جانور کا گوشت خون، چربی، اور چربی والی ہڈی وغیرہ۔

خنزیر کے علاوہ باقی تمام حلال جانوروں کے بال، ناخن، کھر، دانت صاف اور خشک، ہڈیاں سینگ وغیرہ لگانا جائز ہے چاہے ضرورت ہو یا نہ ہو محض زینت کے لئے لگانا بھی جائز ہے۔ خنزیر کی ہر چیز ناپاک اور حرام ہے مصنوعی اعضاء میں خنزیر کے اجزا المخلوط نہ ہوں۔

حرام جانوروں کے ناپاک اجزا نہ ہوں اور ناپاک اجزا اس میں شامل نہ ہوں جیسے گوشت، خون، چربی اور چکنائی والی ہڈی وغیرہ۔

حلال وحرام جانوروں کے ناپاک اعضاء اضطرار اور شدید مجبوری کی حالت میں تو جائز ہیں ورنہ تمام حالت میں ان کا استعمال جائز نہیں۔

صاحب تحریر فرماتے ہیں:

وقال محمد فی السیر الکبیر لا باس بالتداوی باالعظم اذا کان عظم شاۃ او بقرۃ او بعیر او فرس او غیرہ من الدواب الا عظم الخنزیر والآدمی فانہ یکرہ التداوی بھا". (۱۴)

امام محمدؒ نے سیر کبیر میں کہا ہے کہ ہڈی سے علاج کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے جب کہ ہڈی بکری، گائے، اونٹ، گھوڑے یا دوسرے جانوروں کی ہو مگر خنزیر اور انسان کی ہڈی سے علاج جائز نہیں ہے۔

انسان کے ناکارہ اعضاء کی جگہ دوسرے انسان کے اعضاء کا استعمال:

انسان کے ناکارہ اعضاء کی جگہ متبادل اعضاء کے استعمال کی تیسری صورت یہ ہے کہ کسی دوسرے انسان کے اعضاء استعمال کیے جائیں خواہ زندہ انسان سے لے کر یا کسی مردے کے اعضاء نکال کر استعمال کیے جائیں یہی وہ صورت ہے کہ جس میں معاصر علماء کرام کا شدید اختلاف ہوا ہے بعض علماء مطلقاً اس کے عدم جواز کے قائل ہیں اور بعض علماء اس میں ضرورت شدیدہ کے تحت جواز کی گنجائش نکالتے ہیں۔

انسانی اعضاء کی پیوندکاری کے ناجائز ہونے کی وجوہات:

قائلین عدم جواز:

جو علماء انسانی اعضاء کی پیوندکاری کو ناجائز سمجھتے ہیں ان کی پیش نظر انسانی اعضاء ایک دوسرے کے لئے استعمال نہ کرنے کی چند وجوہات ہیں۔

انسان کی تکریم: اللہ رب العزت نے انسان کو اپنی جملہ مخلوقات میں ایک فضلیت بخشی ہے اور اس کو اشراف المخلوقات کا ایک تمغہ دیا ہے اور ساری مخلوقات کا مخدوم بنایا ہے۔ باقی تمام چیزوں کو انسان کا خادم ٹھہرایا ہے یہ اس کے کرم وفضل کی دلیل ہے۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے: "ولقد کرمنا بنی آدم" کہ ہم نے انسان کو محترم و مکرم بنایا ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:
"ھو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعا"۔ کہ اللہ وہ ذات ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔
زمین کی تمام مخلوقات، نباتات، حیوانات اور معدنیات سب کچھ انسان کے فائدے کے لئے ہیں اور انسان میں اس کی اہلیت پیدا کی ہے۔ کہ وہ ان تمام چیزوں کو کانٹ چھانٹ کر کیمیاوی تحلیل کے طریقے استعمال کر کے ان کو اپنے کام میں لائے اور حیوانات کو استعمال میں لانے کی کچھ حدود مقرر کی ہیں ان حدود میں رہ کر انسان ان جانوروں کے تمام اعضاء، ہڈی، چمڑے، بال وغیرہ کو اپنے مختلف کاموں میں لگا سکتا ہے۔

اگر یہی طریقہ انسان کے ساتھ بھی روا رکھا گیا تو انسانی تکریم و تحریم اور شرافت و فضیلت کے نہ صرف منافی ہوگا بلکہ منشاء تخلیق کائنات کے بھی منافی ہوگا اور انسانی اعضاء کی توہین و تقصیر لازم آئیگی۔

اللہ کی بنائی ہوئی صورت کا بگاڑنا: انسانی اعضاء کے مستعمل نہ ہونے کی دوسری وجہ تغیر لخلق اللہ ہے اگر ایک انسان کے اعضاء کو چیرا پھاڑا جائے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی کرنا ہے اور جس انسان کو یہ عضو لگایا جائے گا اس میں بھی تغیر لخلق اللہ لازم آتی ہے ایک دوسرے کے بال لگانا جب تغیر لخلق اللہ ہے تو دوسرے اعضاء کے استعمال میں تغیر لخلق اللہ بطریق اولیٰ متصور ہوگی۔
چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

"عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الواصلة المستوصلة والاشمة والمستو شمة"۔ (۱۵)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے انسان کے بال کو اپنے بال سے ملانے والی عورت اور ملانے کا کام کرنے والی عورت اور چہرے پر گودانے والی عورت اور گودنے کا کام کرنے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔
اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام نوویؒ رقمطراز ہیں۔

ھذا لفعل حرام علی الفاعلة والمفول بھا لھذہ الاحادیث ولا ن تغییر لخلق اللہ تعالیٰ لانہ تزویر ولا نہ تد لیس"۔ (۱۶)
یعنی ایک عورت کا دوسری عورت کے بال کاٹ کر لگوانا اس طرح چہرہ کا گودنا اور گدوانا حرام ہے کیونکہ اس سے تغیر خلق اللہ دھوکہ دہی اور جعلسازی ہے۔ اس حدیث میں ان اعضاء (بالوں) کا ذکر ہے کہ جن کے کاٹنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی اور نہ لگوانے میں کوئی مشقت اٹھانی پڑتی ہے پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی ہے تو انسان کے دوسرے اعضاء کہ جن کے کاٹنے میں تکلیف ہوتی ہے اور لگوانے میں تکلیف پہنچتی ہے تو ان کے ناجائز ہونے اور سبب لعنت بننے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔

ناپاک اعضاء کا استعمال:

اعضاء انسانی کی پیوندکاری کے ناجائز ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ حصہ جس کو کسی مردہ انسان یا کسی زندہ آدمی سے الگ

کیا گیا ہے وہ حصہ ناپاک ہے اور ناپاک حصہ لگانے سے پاک نہیں ہو جائے گا۔

امام رازیؒ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:

"ما ابین من الحی فھو میتة وھذا لخبر یعم الشعر والعظم والکل". (۱۷)

زندہ میں جو حصہ الگ کیا گیا وہ مردہ کے حکم میں ہے اور یہ حدیث عام ہے کہ بال ہڈی بلکہ تمام اعضاء کو شامل ہے۔

یہ حکم اگرچہ جانوروں کے بارے میں ہے لیکن یہ ان کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ انسان کے اعضاء کے بارے میں یہی حکم ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

"وان رقع عظمہ بعظم میتة اوزکی لایوکل لحمہ اوعظم انسان فھو کا المیتة فعلیہ قلعہ". (۱۸)

اگر کسی نے اپنی ہڈی کے ساتھ کسی مردہ کی ہڈی جوڑ دی یا غیر ماکول اللحم جانور کے، ہڈی یا کسی انسان کی ہڈی کو جوڑ دیا پھر تو مردہ کے حکم میں سے اس پر لازم ہے کہ جوڑی ہوئی ہڈی کو الگ کر دے۔

زندہ اور مردہ انسان کے اعضاء، قطع و برید میں برابر ہیں:

یہاں یہ وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ جس طرح زندہ انسان کے اعضاء، کی قطع و برید ناجائز ہے اسی طرح مردہ انسان کی قطع و برید بھی ناجائز ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

"عن عائشہ قالت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کسر عظم المیت ککسرہ حیا". (۱۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مردہ کی ہڈی توڑنا ایسا ہی ہے جس طرح زندہ کی ہڈی توڑنا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح کوئی زندہ آدمی اپنا کوئی عضو دوسرے کو نہیں دے سکتا اسی طرح مردہ انسان کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کا بھی کوئی عضو چاہے اس نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ دوسرے انسان کو دینا جائز نہیں اور جس طرح زندہ انسان کے اعضاء کی قطع و برید سے اس کو تکلیف پہنچتی ہے اسی طرح مردہ انسان کو بھی اس کے اعضاء کے قطع و برید سے تکلیف ہوتی ہے۔

انسان کے مرنے کے بعد بھی اس کے جسم و روح کا آپس میں تعلق رہتا ہے:

کیونکہ مردہ انسان میں بھی جسم و روح کا آپس میں تعلق رہتا ہے اور مردہ زندوں کے افعال واحوال کو دیکھتا اور سنتا ہے یہی وجہ ہے کہ انسانی حرمت میں زندہ اور مردہ دونوں برابر ہیں۔

جس طرح زندہ کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں، اسی طرح مردہ انسان کو بھی تکلیف پہنچانا جائز نہیں اور یہ سمجھ لینا کہ مردہ کے اعضاء کو بے کار اور ضائع ہونے کے بجائے کسی زندہ انسان کے فائدے میں استعمال کرنے میں کیا حرج ہے یہ سب سے بڑی غلطی ہے۔ بکثرت احادیث اس پر وارد ہوئی ہیں کہ مردہ میں جسم و روح کا تعلق باقی رہتا ہے اور وہ تکلیف والم کا احساس رکھتا ہے اس لئے اس کے جسم کو چیرنا پھاڑنا

خواہ مخواہ اس کو تکلیف میں مبتلا کرنا ہے اور ناکردہ گناہوں کی اس کو سزا دینا ہے۔

چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی یہ روایت موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب جنازہ کو اٹھا کر قبرستان لے جاتے ہیں تو اگر میت مؤمن صالح ہوتی ہے تو مردہ کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے جاؤ اور اگر مردہ انسان مؤمن صالح نہیں ہوتا کافر گنہگار ہوتا ہے تو اپنے ساتھ چلنے والوں سے کہتا ہے ہلاکت ہو مجھے کہاں لے جارہے ہو اور مردہ انسان کے اس طرح کلام کرنے کو انسان وجن کے علاوہ باقی تمام مخلوق سنتی ہے اگر انسان اس کی آواز اور گفتگو کو سن لیتا تو بے ہوش ہو کر گر پڑتا''۔(۲۰)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندوں کو مردہ انسانوں کے قبروں پر گزرنے سے منع فرمایا کیونکہ اس سے بھی مردہ انسان کو تکلیف ہوتی ہے۔(۲۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردوں کی قبروں کے اوپر سے گزرنے میں ان کو تکلیف ہوتی ہے تو کیا ان کی میت کو چیرنے پھاڑنے سے تکلیف نہیں ہوتی ہوگی جبکہ حدیث موجود ہے کہ مردوں کو تکلیف دینا زندوں کو تکلیف دینے کی طرح ہے۔

انسانی جسم کے وہ اعضاء جن کی تعداد دو ہے کا استعمال:

یہاں ایک یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ انسانی جسم کے وہ اعضاء جن کی تعداد دو ہے ان میں سے ایک اگر کسی مریض کو جان بچانے کی غرض سے مفت دیدیا جائے تو یہ ایک انسانی ہمدردی ہوگی اس کو ناجائز کہنا خواہ مخواہ کی تنگ نظری ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت پر عمل کرنا تنگ نظری نہیں بلکہ شریعت میں جائز و ناجائز میں توسیع پیدا کرنے والے ایک بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔

انہوں نے اس کے صرف مفید پہلوؤں پر نظر کی ہے اگر ان کی نظر اس کی خطرناک اور مضر پہلوؤں کی طرف جاتی تو یہ تنگ نظری کا الزام نہ لگاتے انہوں نے صرف اس کو دیکھا ہے کہ ایک مریض بیچارے کو کسی دوسرے مردے کا عضو لگا کر صحیح وسالم کردیا گیا ہے یہ نہیں دیکھا کہ جس سے عضوء نکالا گیا ہے اس کا کس طرح حشر کیا ہے جبکہ تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے کہ مردہ کو چیرنے پھاڑنے سے تکلیف ہوتی ہے۔

یہاں مزید ایک حوالہ شرح سیر کبیر سے ملاحظہ فرمائیں۔

"لا یجوزالت داوی بشی منا لا دمی الحی اکراماً له فکذلک لا یجوز التراوی بعظم المیت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کسر عظم المیت ککسره عظم الحی۔". (۲۲)

زندہ انسان کے کسی جز سے علاج کرنا جائز نہیں اس کے اکرام کی وجہ سے اسی طرح مردہ انسان کی ہڈی یا عضو کو بھی بطور علاج استعمال کرنا جائز نہیں ہے (جس طرح زندہ آدمی قابل احترام ہونے کی بناء پر اس کے جسم سے کوئی عضو الگ کرنا جائز نہیں اسی طرح اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے احترام کو محفوظ رکھا جائے گا) اس انسانی احترام کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کے مردہ انسان کی ہڈی توڑنے میں اس طرح گناہ ہے جس طرح زندہ انسان کی ہڈی توڑنے میں ہے۔

اس لئے زندہ یا مردہ انسان کے اعضاء سے کسی قسم کا کوئی انتفاع جائز نہیں اضطرار کی حالت میں بھی اس کے اعضاء سے کوئی انتفاع جائز

نہیں چاہے وہ اپنے دونوں اعضاء میں سے ایک مریض کو مفت دینا چاہے تب بھی جائز نہیں۔

ان وجوہات کی بناء پر یہ حضرات انسانی اعضاء کی پیوندکاری کو ناجائز سمجھتے ہیں۔

اعضاء انسانی کی پیوندکاری کے ناجائز ہونے کے متعلق: (جامعہ فاروقیہ کراچی کا حالیہ فتویٰ ملاحظہ فرمائیں)

''خون کے علاوہ دوسرے اعضاء مثلاً آنکھ، دل، گردہ وغیرہ کسی حالت میں کسی کو عطیہ اور ھبہ دینا یا موت کے وقت کسی کے لئے وصیت کرنا بالکل ناجائز ہے کیونکہ کسی چیز کو عطیہ یا ھبہ کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ شئے مال ہو، متقوم ہو اور دینے والے کی ملک ہو اور وصیت کے لئے بھی یہی شرائط ہیں۔ جبکہ آدمی خود اپنے جسم اور دوسرے اعضاء کا مالک نہیں اس لئے آدمی نہ اپنے اعضاء کو فروخت کر سکتا ہے اور نہ کسی دوسرے کو عطیہ کے طور پر دے سکتا ہے اسی وجہ سے آدمی کو خودکشی کرنے کی اجازت نہیں''۔ (٢٣)

مفتی اعظم مفتی رشید احمد لدھیانوی کا فتویٰ:

مفتی اعظم شیخ المشائخ حضرت اقدس مفتی رشید احمد لدھیانوی دامت برکاتھم دارالافتاوالارشاد کراچی کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

سوال: طب جدید (ڈاکٹری علاج) کی تعلیم کے واسطے انسانی جسم کی قطع و برید جائز ہے یا نہیں؟

آنکھوں کے قرنیہ کی خرابی کی صورت میں کسی دوسرے انسان کی آنکھوں کے قرنیہ کے استعمال کی کوئی جائز صورت ہے یا نہیں؟

ایک انسان کے دل اور گردے اور دوسرے اعضاء کی منتقلی دوسرے انسان کے علاج کی غرض سے جائز ہے یا نہیں؟

ایک انسان اپنے اعضا میں سے کوئی عضو دوسرے مفقود العضو انسان کو معاوضہ لے کر یا بلا معاوضہ دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: (١ تا ٥) جائز نہیں تفصیل رسالہ انسانی اعضاء کی پیوندکاری میں ہے۔ فقط واللہ علم۔

الجواب صحیح :	الجواب صحیح:	کتبہ عبدالرحیم دارالافتاء والا رشاد
محمد جھانگیر	رشید احمد غفر له ٣ صفر المظفر ١٤٠٧ھ	

مفتی جمیل احمد تھانوی کا فتویٰ:

مذکورہ سوالوں کا جواب دیتے ہوئے حضرت مفتی لکھتے ہیں پانچوں باتیں گناہ، ناجائز ہیں انسان اپنے اعضاء کا مالک نہیں جیسے بھوکے کو ہاتھ کاٹ کر دینا حرام ہے یہ سب بھی گناہ وحرام ہیں۔ (دارالافتاجامعه اشرافیه لاهور) ٣ محرم ١٤٠٧ھ (٢٤)

قائلین جواز کا موقف:

بعض معاصر علماء انسانی اعضاء کی پیوندکاری کو ضرورت شدیدہ کے موقع پر جائز سمجھتے ہیں ان کے پیش نظر وہ فقہی قواعد واصول ہیں کہ جن کی بناء پر بعض ناجائز چیزیں ضرورت شدیدہ کے موقع پر جائز سمجھتے ہیں ان کے پیش نظر وہ فقہی قواعد واصول ہیں کہ جن کی بناء پر بعض ناجائز چیزیں ضرورت کے وقت جائز ہو جاتی ہیں جیسے فقہ کا قاعدہ ہے ''الضرورات تبیح المحذورات'' (٢٥) ضرورت ممنوع چیزوں کو

جائز قرار دیتی ہے۔اسی طرح:

یتحمل الضرر الخاص لرفع الضرر العام، الضرر الاشد یزال بالا خف ، الضرر یدفع بقدر الامکان (۲۶)

یا جہاں مشقت پیدا ہو جائے وہاں یسر و آسانی کی راہ اپنانے کی شریعت نے اجازت دی ہے۔

خود قرآن پاک میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں جیسا کہ جان بچانے کے لئے حالت اضطرار میں حرام چیزوں کا کھانا جائز ہے اور اکراہ ومجبوری کی حالت میں کلمہ کفر زبان سے ادا کرنا جائز ہے۔اسی طرح یہ حضرات فرماتے ہیں کہ کسی آدمی کی جان بچانے کے لئے دوسرے انسان کا کوئی ایسا عضو جس کے نکالنے سے اس کی جان کو کوئی خطرہ نہ ہو دوسرے کو دینا اس اضطراری حالت میں جائز ہے۔

چنانچہ مجلس المجمع الفقہی الاسلامی مکہ مکرمہ نے اپنے آٹھویں سیمنار میں اعضاء انسانی کی پیوندکاری کے متعلق درج ذیل فیصلے کئے ہیں۔

(۱) کسی زندہ انسان کے جسم سے کوئی عضو لینا اور اسے اس دوسرے انسان کے جسم میں لگا دینا جو اس کا ضرورت مند ہو اپنی زندگی بچانے کے لئے یا اپنے بنیادی اعضاء کے عمل میں سے کسی عمل کو واپس لانے کے لئے جائز عمل ہے، جو عضو دینے والے کی نسبت سے کرامت انسانی کے منافی نہیں ہے۔ دوسری طرف عضو لینے والے کے حق میں نیک تعاون اور بڑی مصلحت کا کام ہے جو ایک مشروع اور قابل تعریف عمل ہے بشرطیکہ درج ذیل شرائط موجود ہوں:

(۱) عضو لینے سے اس کی عام زندگی نقصان پہنچانے والا ضرر لاحق نہ ہوتا ہو کیونکہ شریعت کا اصول ہے کہ کسی نقصان کے ازالہ کے لئے اسی جیسے یا اس سے بڑے نقصان کو گوارہ نہیں کیا جائے گا اور چونکہ ایسی صورت میں عضو کی پیشکش اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہوگا جو شرعاً ناجائز ہے۔

(۲) عضو دینے والے رضا کارنے اپنی خواہش سے بغیر کسی دباؤ کے دیا ہو۔

(۳) ضرورت مند مریض کے علاج کے لئے عضو کی پیوندکاری ہی طبی نقطہ نظر سے تنہا ممکن ذریعہ رہ گیا ہو۔

(۴) عضو لینے اور لگانے کے عمل کی کامیابی غالباً یا عادۃً یقینی ہو۔

(۵) کسی مردہ انسان کا عضو دوسرے ضرورت مند انسان کے تحفظ کے لئے حاصل کیا جائے بشرطیکہ جس کا عضو لیا جا رہا ہے وہ مکلّف ہو اور اپنی زندگی میں اس کی اجازت دے چکا ہو۔(۲۷)

مقالہ نگار کی رائے:

اس میں کوئی شک نہیں کہ دلائل عدم جواز کے زیادہ وزنی ہیں اور احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ عدم جواز کی رائے اختیار کی جائے لیکن دوسری طرف اس کی ضرورت سے صرفِ نظر بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ایک انسان کی جان بچانے کے لئے ضرورت کے وقت کسی دوسرے انسان کے اعضاء سے مدد لی جائے۔اس لئے اضطراری حالت اور ضرورت شدیدہ کے موقع پر عرب علماء اور بعض برصغیر کے علماء کے فتویٰ جواز پر عمل کرنے کی گنجائش ہو سکتی ہے لیکن جو انہوں نے شرائط مقرر کی ہیں ان کا محفوظ رکھنا ضروری ہے۔

چنانچہ جامع دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء نے اپنے حالیہ فتویٰ میں بھی انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے متعلق جواز کی گنجائش دی ہے۔
انسانی اعضاء کی پیوند کاری اصولاً تو درست نہیں جس کی مکمل تفصیل کے لئے ''انسانی اعضاء کی پیوند کاری'' مولانا مفتی محمد شفیعؒ ملاحظہ فرمائیں لیکن ''الضرورت تبیح المحذورات اور اھون البلیتین'' کے فقہی قاعدہ کو اختیار کرنے کے تحت شدید مجبوری کے وقت کسی دوسرے شخص کے عضو لگانے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے بشرطیکہ اس دوسرے شخص کی زندگی اور صحت کو خطرہ لاحق نہ ہو اس مسئلہ میں علماء کو اختلاف ہے بعض حضرات شدید مجبوری میں بھی ناجائز کہتے ہیں لیکن شدید مجبوری میں ہماری رائے وہی ہے جو اوپر لکھی گئی ہے احتیاطاً استغفار بھی کرنا چاہیے اور کچھ صدقہ خیرات بھی کرنا چاہے اس حکم میں زندہ انسان اور مردہ انسان کے اعضاء یکساں ہیں''۔(۲۸)
ازہرالہند عالم اسلام کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز مفتی، حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب مدظلہم اعضاء انسانی کی پیوند کاری کے مسئلہ میں رقمطراز ہیں:
اگر اضطراری صورت ایسی ہوجائے کہ احشاء جسم (اندرونی جسم) میں مثلاً گردہ، پھیپھڑا، جگر دل وغیرہ میں سے کوئی اس درجہ خراب ہوجائے کہ اس کو نکال کر اس جگہ دوسرا لگانا ضروری ہوجائے اور ماہر معالجوں کے نزدیک جانبری کے لئے اور زندگی بچانے کے لئے اس عمل کے بغیر چارہ نہ رہے بلکہ یہی عمل متعین ہوجائے اور صحت والبقاء زندگی کا گمان غالب حاصل رہے تو اس اضطرار کی حالت میں جان باقی رکھنے کے لئے اس عمل کے بقدر اضطرار گنجائش ہوسکے گی''۔(۲۹)

حد یا قصاص میں کٹے ہوئے عضو کی پیوند کاری:

شریعت اسلامیہ میں حد یا قصاص میں اعضاء کو کاٹنے سے مقصود یہ ہے کہ جرائم کا خاتمہ ہو اس کے لیے شریعت نے حدود مقرر کی ہوئی ہیں کہ اگر کوئی جرم کا ارتکاب کرے تو اس کو سزا ملے اور یہ سزا دوسروں کے لئے عبرت بنے اور سزا عبرت تب ہی بن سکتی ہے جبکہ اس کے اثرات کو باقی رکھا جائے۔اس لئے حد نافذ کرنے کے بعد کٹے ہوئے عضو کو واپس لوٹانا جائز نہیں اسی صورت میں ہی تنفیذ حد کا مکمل حق ادا ہوجاتا ہے اور فریق ثانی مجنی علیہ کے ساتھ بھی عدل وانصاف کا تقاضا پورا ہوجاتا ہے اور امن وسلامتی اور جرائم کا استعمال بھی اسی صورت میں ممکن ہے۔
لیکن بعض علماء نے حد یا قصاص میں کٹے ہوئے عضو کو واپس منتقل کرنے کی چند صورتوں میں اجازت دی ہے۔
(الف) وہ عضو جو کسی بھی غلطی کی بناء پر کاٹ دیا گیا ہو خواہ یہ غلطی حاکم (قاضی) کی طرف سے ہو یا جلاد (حد نافذ کرنے والا) کی طرف سے ہو اس کٹے ہوئے عضو کو واپس اپنی جگہ لوٹانا جائز ہے۔
(ب) فریق ثانی مجنی علیہ (جو حد یا قصاص کا مطالبہ کرنے والہ ہوتا ہے) حد نافذ ہوچکنے کے بعد کٹے ہوئے عضو کو واپس لوٹانے کی اجازت دیدے تب بھی اس عضو کو واپس لوٹانا جائز ہے۔
(ج) جانی علیہ (جرم کا ارتکاب کرنے والا) اس کٹے ہوئے عضو کو واپس لوٹانے پر بھی قادر ہو تو اس عضو کو واپس لوٹانا جائز ہے۔(۳۰)

اعضاء کی پیوندکاری کے لئے جنین کو استعمال کرنا:

پیچھے معلوم ہو چکا ہے کہ انسانی اعضاء کی پیوندکاری جائز نہیں لیکن اب جنین کے متعلق حکم معلوم کرنا ہے کہ انسانی اعضاء کی پیوندکاری کے لئے جنین کو استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

سو اس کے متعلق یہ کہنا زیادہ مناسب اور احتیاط کا متقاضی ہے کہ عام حالت میں تو جنین کو انسانی اعضاء کی پیوندکاری کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں البتہ چند صورتوں میں کچھ ضوابط کے ساتھ اس کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

(۱) انسانی اعضاء کی پیوندکاری کے لئے جنین کو استعمال کرنے کی غرض سے اسقاط کرانا جائز نہیں، ہاں البتہ جو جنین بلاقصد خود بخود، ساقط ہو جائے یا جو شرعی ضرورت کی بناء پر ساقط کیا گیا ہو اور اس پر شرعی موت واقع ہو چکی ہو تو اس کو استعمال میں لانا جائز ہے۔

(۲) اگر جنین زندگی برقرار رکھنے کے قابل ہے تو پھر اس کی زندگی کی بقاء اور حفاظت کے لئے تمام ترطبی سہولیات مہیا کی جائے گی اور اس کا مکمل علاج کیا جائے گا۔

(۳) اور اگر وہ زندگی برقرار رکھنے کے قابل نہیں تو پھر جب تک اس کی شرعی موت واقع نہ ہو جائے اس وقت تک اس کو پیوندکاری کے لئے استعمال میں لانا جائز نہیں۔

(۴) مذکورہ عمل ضرورت کے تحت تو جائز ہے لیکن اس کو تجارتی مقاصد کے لئے استعمال کرنا ہرگز جائز نہیں۔

(۵) اعضاء کی پیوندکاری کے عمل کی سرپرستی و نگرانی ماہر اطبار کے سپرد ہونی چاہیے۔ (۳۱)

خلاصہ بحث:

اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ!

(۱) ضرورت کی بناء پر دوسرے کو خون دینا جائز ہے ضرورت سے مراد یہ ہے کہ مریض کی موت کا خطرہ ہو اور ماہر ڈاکٹر کی نظر میں مریض کی جان بچانے کا اس کے سوا کوئی حل نہ ہو۔

(۲) مریض کی موت کا خطرہ تو نہ ہو لیکن خون دیئے بغیر صحت کا امکان نہ ہو تو اس وقت بھی خون دینے کی گنجائش ہے۔

(۳) جسمانی حسن اور محض منفعت کے لئے خون چڑھانا جائز نہیں۔

(۴) خون دینے والے کی جان یا صحت کو کوئی خطرہ پیش نہ آئے۔

(۵) انسانی خون کی ارزانی یعنی، بیع و شراء کا دروازہ کھل جانے کا اندیشہ نہ ہو۔

(۶) انسانی خون کی خرید و فروخت جائز نہیں لیکن اگر بلا قیمت نہ ملے تو خریدنا درست ہے لیکن بیچنے والے کو اس کی قیمت لینا جائز نہیں بلکہ یہ رقم حرام ہے۔

(۷) بلڈ بینک میں خون جمع کروانا اکثر فقہا کے نزدیک ناجائز ہے البتہ بعض علماء کے نزدیک جائز ہے۔

(۸) میاں بیوی کا ایک دوسرے کو خون دینے سے شرعاً نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(۹) دوسرے کو خون دینے سے کوئی نیا رشتہ قائم نہیں ہوتا۔

(۱۰) کافر کا خون استعمال کرنا جائز تو ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے۔

(۱۱) انسانی اعضاء کی خرید وفروخت عطیہ وھبہ اور اس کی وصیت کرنا جائز نہیں۔

(۱۲) انسان اپنے جسم واعضاء کا مالک نہیں۔

(۱۳) انسان کے ناکارہ اعضاء کی جگہ پتھر، لکڑی اور پلاسٹک کے مصنوعی اعضاء لگانا جائز ہے۔

(۱۴) حلال جانوروں کے بال، ناخن، کھر دانت اور خشک ہڈیاں سینگ وغیرہ استعمال کرنا جائز ہے۔

(۱۵) حرام جانوروں کے ناپاک اجزا استعمال کرنا عام حالت میں تو جائز نہیں البتہ مجبوری اور اضطراری حالت میں اس کی گنجائش ہے۔

(۱۶) دوسرے انسان کے اعضاء کی پیوندکاری کرنا جائز نہیں لیکن بعض معاصر علماء نے اجازت دی ہے۔

(۱۷) زندہ اور مردہ انسان قطع برید میں برابر ہیں۔

(۱۸) انسانی جسم کے وہ اعضاء جن کی تعداد دو ہے ایک دوسرے انسان کو دینا وھبہ کرنا یا اس کی وصیت کرنا اکثر فقہا کے نزدیک ناجائز وحرام ہے البتہ بعض نے ضرورت کے وقت جواز کی گنجائش دی ہے۔ واللہ اعلم.

(۱۹) حد یا قصاص میں کٹے ہوئے عضو کی پیوندکاری ناجائز ہے البتہ چند صورتیں مستثنیٰ ہیں۔

(۲۰) اعضاء کی پیوندکاری کے لئے جنین کو استعمال کرنا عام حالت میں ناجائز ہے لیکن چند صورتوں میں جواز کی گنجائش ہے۔

(۲۱) طبی تعلیم وتحقیق کے لئے انسانی جسم کی چیر پھاڑ ناجائز ہے۔

(۲۲) پوسٹ مارٹم کی وجہ صورتیں ناجائز ہیں۔

(۲۳) کسی بیماری کے لئے آپریشن کی ضرورت ہو اور ماہر ڈاکٹر کی رائے میں آپریشن ناگزیر ہو تو آپریشن کروانا جائز ہے۔

مرتب: ڈاکٹر منظور احمد مینگل

نائب رئیس مفتی واستادِ حدیث جامعہ فاروقیہ فیصل کالونی کراچی

حوالہ جات:

(۱) ابوداؤد شریف کتاب النکاح باب فی القسم ۱/۲۹۷، مکتبہ امدادیہ ملتان۔

(۲) موافقات ۲/۲۷۷۔

(۳) فتاویٰ شامیہ کتاب الحظر والاباحۃ ۲۱۵/۵ داراحیا التراث۔
(۴) بدائع الصنائع کتاب الاکراہ ۱۷۷/۷ ایچ ایم سعید کمپنی۔
(۵) صحیح بخاری کتاب البیوع باب اثم من باع حرا، قدیمی کتب خانہ کراچی۔
(۶) بدائع الصنائع کتاب البیوع ۱۴۲/۵، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔
(۷) مبسوط للسرخسی ۱۲/۱۳۔
(۸) بدائع الصنائع کتاب البیوع ۱۴۰/۵، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔
(۹) بدایۃ المجتھد، کتاب الھبات، ۳۵۷/۵، دارالکتب العلمیہ البیروت۔
(۱۰) بدائع الصنائع، ۱۱۹/۱، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔
(۱۱) فتاویٰ رحیمیہ ۳۱۸/۱۰، دارالاشاعت کراچی۔
(۱۲) البحر الرائق، ۴۰۳/۸۔
(۱۳) ابوداؤد، کتاب الخاتم، ۲۳۰/۲، ونسائی شریف، باب الزینہ ۲۴۲/۲۔
(۱۴) البحر الرائق فصل فی البیع، ۲۳۳/۸، دارالمعرفۃ بیروت۔
(۱۵) صحیح مسلم کتاب اللباس، باب تحریم فصل الوصلۃ، ۲۰۴/۲، قدیمی کتب خانہ۔
(۱۶) شرح صحیح مسلم للنوویؒ، ۲۰۵/۲، قدیمی کتب خانہ۔
(۱۷) تفسیر کبیر للرازی تشریح آیت انما حرم علیکم الجنۃ ۱۵/۵ دارالکتب العلمیہ۔
(۱۸) کتاب الام لامام الشافعیؒ ۵۴/۱، دارالمعرفۃ بیروت۔
(۱۹) مشکوۃ شریف کتاب الجنائز، ۱۴۹، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔
(۲۰) بخاری شریف کتاب الجنائز باب قول المیت ۱۷۶/۱ قدیمی کتب خانہ۔
(۲۱) طحاوی شریف باب الجلوس علی القبور ۳۴۶/۱ ایچ ایم سعید کمپنی۔
(۲۲) شرح سیر کبیر ۸۸/۱۔
(۲۳) فتاویٰ جامعہ فاروقیہ کراچی رجسٹرڈ ۴۶۳/۳۵ غیر مطبوعہ۔
(۲۴) دونوں فتاویٰ انسانی اعضاء کی پیوندکاری سے ماخوذ ہیں۔ص ۲۳۲۔
(۲۵) الاشباہ والنظائر القاعدۃ الخامسہ ۲۷۵/۱۔
(۲۶) الاشباہ والنظائر القاعدہ الرابعہ ۲۴۵/۱۔

(۲۷) المجمع الفقہی الاسلامی کے فیصلے بحوالہ عصر حاضر کے مسائل کا شرعی حل۔ص ۱۵۷۔

(۲۸) ماخذہ تبویب ص ۹۷ رجسٹرڈ دارالعلوم کراچی۔

(۲۹) نظام الفتاویٰ ۲/۴۰۱، مکتبہ حسامیہ دیوبند۔

(۳۰) دیکھئے اسلامی فقہ اکیڈیمی جدہ مکرمہ کے چھٹے اجلاس کا فیصلہ۔۔۔قراردادیں اور سفارشات ص ۱۴۷۔

(۳۱) قراردادیں اور سفارشات ص ۱۴۲۔

نقد وتبصرہ ازجامعہ المرکز الاسلامی :

انسانی اعضاء کی پیوندکاری:

انسانی اعضاء کی پیوندکاری کے عدم جواز پر جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں ان میں آیات قرانیہ احادیث مبارکہ اور فقہاء کے قواعد اور تصریحات اور فتاویٰ شامل ہیں ان کے برخلاف مجوزین کے دلائل پر طائرانہ نظر ڈال دیا جائے تو ان دلائل کے جوابات معاصرین علماء کرام اور مفتیان عظام کی طرف سے دیے جاچکے ہیں:

چنانچہ چند دلائل کے جوابات مندرجہ ذیل ہیں۔انسانی اعضاء کے پیوندکاری کے لئے چیر پھاڑ کے جواز کے لئے حاملہ عورت کے بطن کو بچہ کے نکالنے کے لئے شق کرکے پیش کرنا صحیح نہیں ہے اور اس مسئلے پر قیاس کرنا مناسب نہیں کیونکہ جس بچہ کی حیات شق بطن پر موقوف ہے اس بچہ کا یہ حق لازم ہے کہ اس کی زندگی محفوظ رکھنے کے لئے شق بطن کیا جائے اس لئے احترام میت کو نظرانداز کیا گیا۔

اس طرح غیر کا مال نگل کر مرجانے والے کے پیٹ سے اس مال کو نکالنے کی اجازت پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔کیونکہ اس کی اجازت حق غیر کی ادائیگی واجب ہونے کی وجہ سے ہے جبکہ مریض کو عضو دینا صرف احسان ہے اس کے واجب حق کی ادائیگی نہیں لہٰذا اس کی وجہ سے احترام میت اور احترام انسانی کو نظرانداز کرنا صحیح نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب تک بچہ عورت کے پیٹ میں ہے زندہ یا مردہ اس کا جزء بدن ہے علیحدہ نہیں دونوں ایک کے حکم میں ہیں۔ الگ الگ نہیں لہٰذا اس مسئلہ خاص کو اس پر قیاس کرنا قطعاً صحیح نہیں ہے۔

اس طرح اعضاء انسان کی پیوندکاری کو انسان کے دودھ پر قیاس کرنا غلط ہے کہ عورت کے دودھ سے علاج کرنا جب اس میں شفاء متعین ہے ضرورت کے تحت جائز ہے۔اور یہ قیاس اس وجہ سے غلط ہے کہ دودھ اور اعضائے انسانی کے درمیان بہت سے فروق موجود ہیں۔

نمبر۱: دودھ انسانی اجزاء میں سے ضرور ہے لیکن اعضاء میں سے نہیں ہے۔

نمبر۲: دودھ جسم انسانی کے ایسے اجزاء میں سے ہے کہ وہ انسان کے جسم سے نکلنے اور الگ ہونے کے بعد بھی پاک ہے۔(فتح القدیر ص ۱/۶۷ بدائع الصنائع ص ۱۴۵/۵)

اس وجہ سے دودھ نکالنے کے بعد ناپاک نہیں ہوجاتا۔ جبکہ دوسرے اعضاء زندہ سے کاٹنے اور بدن سے الگ کرنے کے بعد ناپاک اور نجس ہوجاتے ہیں تو ناپاک کو پاک پر قیاس کرنا غلط ہے۔ (ما بين من الحى فهو ميت)

نمبر۳: انسان کا دودھ شریعت اسلامیہ نے انسانی جز میں سے ہوتے ہوئے ضرورت کے تحت شیر خوار بچہ کے لئے خلاف قیاس از روئے نصوص شرعیہ حلال قرار دیا ورنہ انسانی اجزاء میں ہونے کے اعتبار سے قیاس کے رو سے حلال نہیں ہونا چاہیے تھا۔ لہٰذا دوسرے اعضاء انسانی کو دودھ پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہوگا۔

اس طرح کفایت المفتی کی عبارت کہ اجزائے انسانی کے استعمال کہ وہ صورت جو کہ مستلزم اہانت نہ ہو جائز ہے۔ کو مطلوبہ معنی کے لئے ہرگز مستدل نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ یہ امر بدیہی ہے کہ میت کا سینہ چاک کرنا اور اس کے اعضاء گردے وغیرہ نکالنا اس کی توہین اور بے حرمتی ہے اگرچہ کسی بھی غرض سے ہو کیونکہ یہ ابتذال ہے اور فقہاء نے نفس ابتذال ہی کو توہین قرار دیا ہے۔

قال في الهداية لا يجوز بيع شعور الانسان ولا الانتفاع به لا ن الادمى مكرم لا مبتذل فلا يجوز ان يكون شئ من اجزائه مهانا مبتذلا .(الهداية المجلد الثالث ص ٥٥/٣) كذافى العناية ص ٤٤٣/٦)

صاحب البحر الرائق تحریر فرماتے ہیں:

قوله وشعر الانسان والانتفاع به اى لم يجز بيعه والا نتفاع به لان الأدمى مكرم غير مبتذل فلا يجوز ان يكون شئ من اجزائه مهانا مبتذلا وقد قال النبى صلى الله على وسلم نعن الله الواصلة والمستو صلة ص ٨١/٦)

نیز ذکر کردہ عبارت کو پیوندکاری کے جواز کے لئے بطور استدلال پیش کرنا اور اجزاء سے اعضاء مراد لینا متعدد وجوہات سے درست نہیں ہے۔

نمبر۱: حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کا جواب انسانی خون کے انتقال سے متعلق استفسار کے بارے میں ہے۔

نمبر۲: ان کے اپنے مدعی کی تائید میں ذکر کردہ مشبہ بہ سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ انسانی اجزاء کا بایں طور استعمال کہ جس سے ان کی عزت وتکریم مزید بڑھ جائے جائز ہے۔

نمبر۳: حضرت مفتی صاحبؒ نے دلیل کے طور پر انسانی دودھ کے استعمال کے جواز کا جزئیہ نقل فرمایا انہوں نے متذکرہ مسئلہ میں مریض کے لئے حالت اضطرار میں بھی کسی شخص کے جسم سے بدون اس کی اصلاح بدن کے انتقال خون کو جائز قرار نہیں دیا۔ چہ جائیکہ ان کی عبارت کو انسانی اعضاء کے انتقال اور ان کی قطع وبرید کے لئے دلیل بنایا جائے۔ چنانچہ مذکورہ عبارت کے ذیل میں ص ۱۴۴/۱ پر رقمطراز ہیں"۔

واضح رہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ انسان کے بدن بغیر اس کی اصلاح کے لئے نکالا جائے درست نہیں ہے:

نیز اگر کسی درجہ میں شرعاً ایک غیر واجب کے لئے پیوندکاری کی اجازت دی گئی تو انسانی اعضاء کے متبذل ہونے کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوکر تدفین سے پہلے ان کے تمام اعضاء کی خرید وفروخت کا دروازہ کھل کر انسانیت کا احترام اور فرض تدفین ختم ہوجائے گا بلکہ اس پر

مستزادان سے مختلف ادویات بنانے کا سلسلہ شروع ہونے کا خطرہ موجودہ حالات میں واضح طور پر نظر آرہا ہے لہٰذا ایک غیر شرعی ضرورت کے لئے ایسے حرام خطرات کے لئے راستہ کھولنا نہ عقلاً درست اور نہ نقلاً ثابت ہے۔ دوسرا یہ کہ اعضاء انسانی کے استعمال کا طریقہ اگر جائز قرار دیا جائے تو اس میں کوئی تحدید عائد نہیں کی جاسکتی کہ کس قدر اعضاء کا استعمال جائز ہے اور ظاہری اعضاء میں کونسے اعضاء کا استعمال جائز ہے۔ مفتی نظام الدین باوجود باطنی اعضاء مین پیوند کاری کے جواز کے قائل ہونے کے باوجود نظام الفتاویٰ ص ۱/۳۸۷ میں تحریر فرماتے ہے۔ اس طرح کوئی عضو خواہ مسلمان ہی کا ہو کٹ کر جسم سے الگ ہونے کے بعد جیفہ و مردار ہو کر نجس و ناپاک ہو جاتا ہے اور پھر کسی جسم میں لگانے سے خواہ مسلمان ہی کے جسم میں لگایا جائے مردار و جیفہ ہونے سے خارج نہیں ہوگا۔ لہٰذا اتنا حصہ جسم مردار اور ناپاک ہی رہے گا اور وہ شخص کبھی نماز بھی نہ پڑھ سکے گا۔

اور پیوند کاری کے محدود جواز کی صورت میں ایک رکاوٹ یہ سامنے آتی ہے کہ پیوند کاری کے لئے اعضاء عام طور سے حقیقی موت سے پہلے محض دماغی موت طاری ہونے پر نکالے جاتے ہیں۔ محدود جواز کے قول میں قوی اندیشہ ہے کہ اعضاء نکالنے والے جلد بازی کا مظاہرہ کریں اور دماغی موت پر ہی اعضاء نکالنے کی کوشش کریں حالانکہ دماغی موت کا فیصلہ کرنے میں بھی غلطی کا امکان ہوتا ہے اور حقیقی موت اس وقت کہلاتی ہے جب دل اپنی حرکت چھوڑ بیٹھے اور باطنی اعضاء جانوروں اور پلاسٹک کے استعمال میں لایا جاسکتا ہیں۔

لہٰذا عدم جواز کا فتویٰ احتیاط پر مبنی ہے۔

الجواب صحیح:	کتبہ شفقت اللہ فاضل تخصص	الجواب صحیح :
عظمت اللہ بنوی	فی الافتاء جامعہ المرکز الاسلامی	نعمت اللہ حقانی
دارالافتاء جامعہ المرکز الاسلامی		۱۰/۴/۱۴۲۸

مال حرام کے نقصانات

☆..... دعائیں رد کردی جاتی ہیں۔ ☆..... نفس کی کمینگی اور خساست کی دلیل ہے۔

☆..... اللہ کی ناراضگی اور جہنم تک پہنچانے والا راستہ ہے۔ ☆..... ایسے شخص سے اللہ بھی نفرت کرتا ہے اور اللہ کے بندے بھی۔

☆..... نیک اعمال اور اقوال واذکار کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ ☆..... ضعف ایمان اور اللہ پر یقین نہ ہونے کی علامت ہے۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆